شخصیت

شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ

اے رونق ہائے محفل ما - رفتید و لے نہ از دلِ ما

مولانا عبدالرزاق مدظلہ

استاذ الحدیث جامعہ فاروقیہ کراچی

[حضرت مولانا عبدالرزاق صاحب مدظلہم جامعہ فاروقیہ کے قدیم استاذ حدیث ہیں۔انہوں نے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے سابق صدر شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان رحمۃ اللہ علیہ کی رفاقت میں ایک طویل عرصہ گزارا ہے، حال ہی میں انہوں نے حضرت شیخ رحمہ اللہ کے ہمراہ بیتے ایام کا تذکرہ قلم بند کیا ہے۔حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ کی وفات کو ربیع الثانی میں ایک برس مکمل ہو رہا ہے لیکن معلوم ہوتا ہے کہ وہ آج بھی زندہ وجاوید ہمارے دلوں میں بس رہے ہیں۔اللہ تعالیٰ حضرت رحمہ اللہ کے مرقد پر اپنی شان کے مطابق کروڑ ہار حمتیں پیہم برسائے آمین!]

مجھ کو معلوم نہ تھا تیری قضا سے پہلے　　نجم تاباں بھی زمین دوز ہوا کرتے ہیں

شیخ الحدیث رئیس المحدثین حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ علم وعمل کی یادگار اور باغ وبہار شخصیت تھی۔۱۹۲۶ء آپ کی سن پیدائش بتائی جاتی ہے، اس طرح آپ کی عمر ۹۱ سال ہوئی۔موصوف کو اللہ نے غضب کا حافظہ عطا فرمایا تھا۔ایک مرتبہ حافظ دستیاب نہ ہوا تو روزانہ پارہ پڑھ کر سناتے تھے، اس طرح قرآن مجید مکمل کیا، مدارس دینیہ کی خدمت کے حوالے سے آپ نے مخالفین سے جو جنگ لڑی وہ بھی کسی سے مخفی نہیں اور چونکہ اخلاص وللّٰہیت کے پیکر تھے، اس لیے ہر پلیٹ فارم پر اللہ نے آپ کو سرخرو فرمایا۔آپ مختلف تحریکوں کے روح رواں تھے، پورے ملک میں بالعموم اور کراچی میں بالخصوص گلی گلی کوچہ کوچہ بڑے بڑے جلسے منعقد کر کے رافضیت کا پردہ چاک کیا۔جان کی پروا کیے بغیر ہر جگہ ان کے خلاف آواز بلند کی، اس طرح مختلف فتنوں کی سرکوبی کے لیے آپ نے جو کام کیا وہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے۔طلبا کو نصیحت فرماتے کہ جدیدیت سے دور رہیں اور اکابر علمانے دین کی جو تشریح کی ہے اس سے تجاوز نہ کریں، نئی نئی تشریحات سے اپنے آپ کو بچائیں۔

پوری زندگی تدریس کے ساتھ منسلک رہے۔نصف صدی سے زیادہ آپ کی بخاری شریف کی تدریس ہے۔جود وسخا کے تلاطم تھے۔ان کی زندگی میں ان کے انفاق فی سبیل اللہ کا اندازہ تو ہمیں تھا، لیکن ان کی رحلت کے بعد بہت سے لوگ سامنے آئے جو گویا ہوئے کہ ہم سے حضرت شیخ اتنا تعاون فرماتے تھے۔اتباع سنت کا حد سے

زیادہ شوق رکھتے تھے اور اتباع سنت پر بہت ہی خوشی محسوس کرتے تھے۔ ویسے بھی علماء دیوبند کا حبِ رسول مثالی ہے۔ ان میں سے ہر ایک کے واقعات اور سوانح پڑھی جائے تو یہ بات روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے کہ ان کا حبِ رسول کتنا اور کیسا تھا۔ مولانا محمد قاسم نانوتوی رحمہ اللہ کے اشعار تو بہت ہی مشہور ہیں، جن سے ان کے محبتِ مصطفوی کا اندازہ ہوتا ہے۔

کرے حضور کے روضہ کے آس پاس نثار — اڑا کے باد میری مشت خاک کو پس مرگ

کہ جائے کوچہ اطہر میں تیرے بن کے غبار — و لے یہ مرتبہ کہاں مشت خاک قاسم کا

یہی حال حضرت شیخ کا تھا، باوجود پیرانہ سالی کے ہر سال حج اور عمرہ کی سعادت حاصل کرنے کی شدید خواہش رکھتے تھے۔ میری حیرانی کی انتہا نہ رہی جب مجھے معلوم ہوا کہ آپ کے دل میں آخری وقت میں بھی حرمین کی زیارت کا شوق تھا۔ ویزہ لگ گیا تھا۔ صرف بعض اعذار کی وجہ سے تاخیر ہوئی، لیکن قضاء وقدر کا فیصلہ ہی کچھ اور تھا۔

فرائض کی ادائیگی کا خوب خوب اہتمام فرماتے تھے اور طلبا کو اس کی بڑی تاکید فرماتے، خاص کر نماز کے بارے میں ارشاد ہوتا تھا کہ نماز ایک اہم فریضہ ہے، اس میں کوتاہی بالکل نہیں ہونی چاہیے، کبھی کبھی اساتذۂ جامعہ کا مشورہ طلب فرماتے، دیگر امور کے علاوہ ان سے بھی نماز کی بڑی تاکید فرماتے، اور فرماتے کہ سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنے عُمّال کو یہی حکم دیتے کہ میرے نزدیک اہم معاملہ نماز کا ہے جو نماز میں کوتاہی کرے گا مجھے اس سے یہ توقع ہرگز نہیں کہ وہ مملکت کے دیگر امور صحیح طریقے سے انجام دے، حضرت والا اکابر دیوبند پر غیر معمولی اعتماد کرتے تھے۔

ابتدا میں فجر کی اذان کے بعد بنفس نفیس طلبا کے کمروں میں جگانے کے لیے تشریف لے جاتے اور تمام طلبا کو صف اول میں نماز پڑھنے کی خوب تلقین فرماتے۔ فرائض کی کوتاہی پر بہت ناراض ہوتے۔ حضرات اساتذہ کو طلبا کو نماز کے لیے جگانے اور صف اول کا عادی بنانے کی بھی تاکید فرماتے۔ عصر کے بعد طلبا کھیلنے گراؤنڈ جایا کرتے تھے، ان کو اس کی اجازت قطعاً نہیں تھی کہ کوئی مغرب کی نماز جامعہ سے باہر پڑھے یا بغیر جماعت کے پڑھے۔

اللہ تعالیٰ نے آپ کو جامع الصفات والکمالات بنایا تھا۔ ہر چیز کی طرف توجہ، ہر کام کو احسن طریقے سے انجام دینا آپ کی پہچان تھی۔ آپ میں حد درجہ عاجزی، انکساری اور تواضع پائی جاتی تھی۔ سفر وحضر میں اپنے معمولات پر کاربند رہتے تھے۔ روزانہ پانچ پانچ پاروں کی تلاوت آپ کا محبوب مشغلہ تھا۔ آپ کی زندگی عظمتوں اور کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ جہاں کہیں بھی اسلام اور دین ومذہب کے تحفظ اور بقا کی بات ہوتی یا جدید دور کے فتنوں سے مقابلہ کا مرحلہ آتا تو آپ اپنے اکابر کی طرح اس میں پیش پیش ہوتے۔ آپ تو تعلیم وتعلم سے وابستہ تھے،

لیکن آپ نے اپنے آپ کو یہاں تک محدود نہیں رکھا، بلکہ مدارس کی بقا اور دینی لحاظ سے آپ کی کسی بھی خدمت کی ضرورت پڑتی تو اس خدمت کو سرانجام دیتے۔

سادگی سے زندگی گزارنے کے قائل تھے۔ پرتعیش زندگی کے قائل نہیں تھے، چنانچہ دنیاداروں اور حکومتی کارندوں سے آپ کی ملاقاتیں بھی ہوتیں، مذاکرات بھی ہوتے، لیکن کبھی بھی کوئی اہتمام نہیں فرمایا۔ مدمقابل پر اس مردقلندر کا ایسا رعب ہوتا کہ ان کی موجودگی میں کسی کو مدارس کے خلاف کاروائی کرنے کی جرأت نہ ہوتی۔

جس سے زینت تھی چمن کی پھول وہ مرجھا گیا　　　گلشن علم وعمل پر چھا گئی اک دم خزاں

اپنے شاگردوں اور اساتذہ کے ساتھ خصوصی شفقت فرماتے۔ ۱۹۹۷ء میں میرا حادثہ ہوا۔ اس وقت ناظم تعلیمات کی ذمہ داری میرے پاس تھی۔ اس حادثہ میں میری ران ٹوٹ گئی تھی اور میں P.N.S.Shifa میں ایڈمٹ تھا۔ ڈاکٹروں نے کچھ انتظامی معاملات کی وجہ سے میرے آپریشن کو پانچ چھ دن مؤخر رکھا۔ آپ روزانہ میرے بارے میں معلوم کرتے اور فکرمند رہتے کہ آپریشن جلدی کیوں نہیں ہو رہا، یہاں تک کہ فرمایا کہ ان کو لیاقت نیشنل منتقل کردیں، مگر میں نے اور دیگر ساتھیوں نے یہ مشورہ دیا کہ زیادہ تاخیر نہیں ہوئی، ان کو یہاں سے منتقل نہ کیا جائے۔ ایک مرتبہ حضرت رحمہ اللہ نے صبح بخاری شریف کا درس دیا اور ڈرائیور کے ساتھ میری تیمارداری کے لیے ہسپتال تشریف لائے۔ حضرت کی روانگی کے بعد دفتر سے مجھے اطلاع ہوئی۔ میں پریشان ہوا، کیونکہ صبح کے وقت ڈاکٹر حضرات کے علاوہ کسی کو وارڈ میں آنے کی اجازت نہیں ہوتی تھی، مگر حضرت کی کرامت کا اندازہ لگائیں کہ ہسپتال کی انتظامیہ نے خود راہنمائی فرمائی اور میرے پاس پہنچادیا۔ پہلا سوال آپ کا یہ تھا کہ ''آپ کو یہاں نیند آتی ہے؟'' میں نے اثبات میں جواب دیا۔ آپ نے اللہ کا شکر ادا کرتے ہوئے ''الحمدللہ'' فرمایا اور فرمایا کہ رات کو نیند نہ آنا بے چینی کی علامت ہوتی ہے اور مجھے خوب تسلی دی اور فرمایا کہ آپ بالکل بےفکر رہیں، پریشان نہ ہوں، سارے معاملات اللہ تعالیٰ بہتر فرمائیں گے۔ میں جب روبصحت ہوا تو پھر میرے گھر تشریف لائے اور فرمایا کہ جامعہ کی گاڑی آپ کو لینے آئے گی، آپ دفتر تعلیمات میں بیٹھا کریں، تاکہ آپ بور نہ ہوں، چنانچہ کچھ عرصہ کے لیے میں نے حضرت کے اس ارشاد پر عمل بھی کیا۔ حضرت شیخ رحمہ اللہ نے ہمیں زندگی گزارنے کا سلیقہ اور طریقہ بتایا کہ انسان کو اپنی زندگی کے ایک ایک لمحہ کی قدر کرنی چاہیے۔

کچھ ایسے بھی اٹھ جائیں گے اس بزم سے جن کو
تم ڈھونڈنے نکلو گے مگر پا نہ سکو گے

آپ فرمایا کرتے تھے کہ دین کی جو تشریح حضرات اکابر علماء نے کی ہے اس پر قائم رہنا چاہیے، اپنی

طرف سے دین کی تشریح نہیں کرنی چاہیے۔ نیز فرماتے کہ میں علماء دیوبند کا اندھا مقلد ہوں، اپنے بزرگوں اور حضرات اساتذہ کے حیرت انگیز واقعات بیان فرماتے اور اس بات کی خوب تاکید فرماتے کہ حق کا ساتھ دینا، حق بات کرنا اپنا شعار بناؤ اور خود اس کا مکمل اہتمام فرماتے۔ باطل کے خلاف آواز بلند کرنا آپ کی پہچان تھی۔ غیر تو غیر ہیں، اپنے ہم مشرب علماء کے بارے میں اگر سمجھتے کہ وہ حق سے ذرا ہٹ رہے ہیں تو ان کا بھی خوب خوب تعاقب فرماتے اور بانگ دہل حق کا اعلان کرتے۔ اس پیرانہ سالی میں آپ نے اپنی ذمہ داریوں کو خوب نبھایا۔ ملکی حالات پر بھی مکمل نظر تھی، اگر کوئی مسلک حقہ کے خلاف مضمون لکھتا تو حضرت فوراً اس کو جواب دیتے اور فرماتے کہ اپنے لوگ جو راہ اعتدال سے ہٹتے ہیں ان کو جواب دینا اور ان کا تعاقب کرنا بھی ہماری ذمہ داریوں میں شامل ہے اور یہی اسلاف کا طریقہ تھا کہ انہوں نے ہر فکر کے خلاف لسانی اور قلمی جہاد کیا اور "لا یخافون لومة لائم" کی زندہ تصویر تھے۔ مجلہ صفدر میں حضرت رحمہ اللہ نے کسی کے خط کے جواب میں لکھا تھا، جس کا خلاصہ یہ تھا کہ باطل کے خلاف بولنا تو ہر عالم کا مشن ہے، لیکن اپنے جو غلطیاں کرتے ہیں ان کو کون راہ راست پر لائے گا۔ ہم اس وقت اگرچہ چلنے پھرنے سے معذور ہیں، لیکن عقل، دل ودماغ کے اعتبار سے بالکل تندرست ہیں، اس فریضے کو ہم ہی نبھائیں گے، چنانچہ اس ضمن میں پوری تحقیق کے بعد کئی فتنوں کی نشان دہی کی۔

کہتا ہوں وہی بات سمجھتا ہوں جسے حق
میں زہر ہلاہل ....کو کبھی کہہ نہ سکا قند

طلبا کے اسباق کی ان کو بہت فکر رہتی تھی۔ حضرات اساتذہ کو تاکید فرماتے کہ پورا گھنٹہ پڑھائیں۔ طلبا پر محنت کریں۔ ناغہ کرنے سے گریز کریں، نحو میر کے بارے میں مجھے بلا کر فرمایا کہ لوگ ان بنیادی کتابوں میں لمبی لمبی تقریریں کرتے ہیں، جس کی وجہ سے اصل مسئلہ طالب علم کے ذہن میں نہیں رہتا، چنانچہ نحو، صرف کی ابتدائی کتب جن اساتذہ کے ذمے ہیں ان سے میری میٹنگ کروائیں، تاکہ میں ان کو کتب کے پڑھانے کا طریقہ سکھاؤں، ان سے مختصر اور جامع بات کی اور نحو میر پڑھانے والوں کو پابند کیا کہ ربیع الاول میں ختم کردیں، یہ پورے سال کی کتاب نہیں۔

آپ خود وقت کے بڑے پابند تھے۔ اسباق میں وقت پر جانا آپ کی عادت تھی، سبق کا ناغہ کرنا یا دیر سے جانے کو پسند نہیں کرتے تھے۔ افتتاح اسباق کے وقت حضرات اساتذہ سے فرماتے کہ سبق کی خوب تیاری کرو، عبارت پڑھانے کے بعد اس کا خلاصہ سمجھاؤ اور پھر تطبیق دو، رواروی میں نہ پڑھاؤ، ہر کام جو ان کی ذمہ داری تھی اس کو احسن طریقے سے انجام دیتے۔ نہایت ہی خفیہ اور اہم کام ہمارے سپرد فرماتے، ہم انتہائی امانت ودیانت کے

ساتھ اس کو پایۂ تکمیل تک پہنچاتے۔ ایک مرتبہ میں نے عمرہ پر جانے کی خواہش ظاہر کی، فرمایا کہ امتحان سر پر ہے، آپ نہیں پہنچ سکیں گے۔ میں نے وعدہ کیا، اس شرط پر مجھے چھٹی مل گئی۔ جس دن میں کراچی پہنچا اسی دن فون کر کے حال احوال معلوم کیے۔

استاذی المحترم شیخ الحدیث حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ کے ساتھ بندہ کا تعلق اس وقت سے تھا جب بندہ ۱۹۷۵ء میں پہلی مرتبہ جامعہ فاروقیہ کراچی کے درجہ اولیٰ میں داخلہ لینے آیا تھا، تو حضرت سے پہلی ملاقات ہوئی۔ حضرت والا سے میرا تعلق شاگردی کا ہے، ویسے بھی وہ میرے مربی اور مشفق ہیں۔ یہ حضرت کے شباب کا دور تھا کہ حضرت بخاری شریف کے ساتھ ساتھ نحو میر، ہدایۃ النحو بھی پڑھاتے تھے۔ ان کتابوں میں حضرت کا طریقۂ تدریس بالکل سہل، آسان اور عام فہم ہوتا تھا، عام طور پر ان کتب کے مدرسین طلبا پر تدریسی رعب جمانے کے لیے لمبی لمبی تقریر کرتے ہیں جو کہ طالب علم کے معیار سے اونچی ہوتی ہیں اور دیرپا بھی نہیں ہوتیں۔ حضرت صرف کتاب حل کرتے تھے، ہدایۃ النحو میں اجراء بھی فرماتے۔ یہ لفظ مرفوع، منصوب، مجرور کیوں ہے، نفس مسئلہ کا خلاصہ بھی بتا دیتے اور پھر کتاب کا ترجمہ فرماتے۔ آپ سے ایک مرتبہ اس طرح سننے والا اور سمجھنے والا کبھی اس سبق کو نہیں بھولتا، تو میں ان خوش قسمت افراد میں سے ہوں کہ درجہ ثانیہ میں ہی مجھے شرف تلمذ حاصل ہوا، اس کے علاوہ میں نے حضرت والا رحمۃ اللہ علیہ سے مشکاۃ شریف مکمل بخاری شریف اور ترمذی شریف کا اکثر حصہ درساً پڑھا ہے۔ چونکہ ہمارے دورۂ حدیث کے سال حضرت کے اندرون و بیرون ملک اسفار، حکومتی لوگوں سے مذاکرات اور سواد اعظم کو منظم کرنے میں مصروفیت و مشغولیت تھی، اس لئے انہوں نے اپنی عدم موجودگی میں ان کتابوں کی تدریس حضرت مولانا مفتی نظام الدین شامزی شہید رحمہ اللہ کے حوالے کی تھی، ان دونوں کتابوں کا کچھ حصہ ہم نے ان سے بھی پڑھا ہے، وہ حضرت والا کے شاگرد خاص تھے، ان کا انداز بھی حضرت کی طرح انتہائی شائستہ، صاف، عام فہم اور آسان ہوتا تھا۔ حضرت والا کا کمال یہ تھا کہ مشکل سے مشکل مسئلے کو چٹکیوں میں حل کر دیتے تھے، دیگر جامعات سے بھی حضرت والا کا درس سننے کے لیے طلبا شریک ہوتے تھے۔ درس سن کر ان کا تبصرہ بہت ہی مثالی ہوتا تھا۔ یہی خصوصیت حضرت والا کے شاگرد رشید حضرت مفتی نظام الدین شامزی شہید رحمہ اللہ کے درس کی بھی تھی، حضرت والا کا درس گھنٹوں ہوتا تھا، مجال کہ کوئی اکتا جائے یا تھک جائے، یا حضرت والا کے عدم توجہ کا شکار ہو جائے۔ حضرت رحمہ اللہ فرماتے تھے کہ میں نے مشکاۃ شریف باقاعدہ نہیں پڑھی، لیکن سب سے زیادہ طلبا کا ہجوم مشکاۃ شریف میں ہوتا تھا۔ آپ کا انداز انتہائی نرالا تھا، جس سے متاثر ہو کر دور دور کے طلبا اپنے ساتھیوں سے تذکرہ کرتے تو فنون کی کتب دوسری جگہ پڑھتے، لیکن مشکاۃ شریف پڑھنے کے لیے حضرت کی خدمت میں ضرور حاضر ہوتے، چنانچہ

کوہستان، چترال، چمن، گوادر اور پاکستان کے دور دراز علاقوں سے طلبا کا بہت زیادہ رجوع ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ مشکاۃ کے درس میں حضرت والا نے فرمایا کہ ہندوستان میں میرے والد محترم جناب عبدالعلیم صاحب رحمہ اللہ حکمت کا کام کرتے تھے (احقر نے جناب مولانا عبدالعلیم صاحب رحمہ اللہ کی اپنے ابتدائی طالب علمی کے دور میں زیارت کی تھی، ماشاء اللہ موصوف انتہائی نفیس طبیعت کے مالک تھے۔ سرخ ترکی ٹوپی ان کے سر پر ہوتی تھی، نماز کے لیے صف اول میں بیٹھے رہتے تھے، پھر جامعہ فاروقیہ میں ہی وہ اللہ کو پیارے ہوگئے، اناللہ وانا الیہ راجعون، رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ کاملۃ)

حضرت والا نے فرمایا کہ میرے والد حکیم تھے اور حکمت کی دوائیاں تیار کیا کرتے تھے، جب اسباق کے درمیان میں وقفہ ہوتا تو میں گھر آکر اپنے دونوں جیبوں کو بادام سے بھر دیتا تھا اور پھر واپس چلا جاتا۔ یہ واقعہ میرے ذہن میں تھا، کافی عرصہ کے بعد حضرت والا نے فرمایا کہ میرے سر میں کبھی درد نہیں ہوا، تو میں نے برجستہ کہا کہ حضرت آپ نے اتنے زیادہ بادام کھائے ہیں، اس لئے سر میں درد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔ حضرت کو فوراً اپنے بادام والا واقعہ یاد آیا، مسکرا کے فرمایا کہ تجھے وہ واقعہ یاد ہے جو میں نے بیان کیا تھا، پھر طلبا کے سامنے اس کو دہرایا اور فرمایا کہ انہوں نے اس واقعہ کی طرف اشارہ کیا ہے۔ آپ کا انداز انتہائی سحر انگیز، مختصر، انتہائی سہل اور عام فہم تھا، احادیث کے ترجمے کا خاص اہتمام فرماتے۔ حدیث کے متعلق فقہی مسئلہ پر سیر حاصل بحث فرماتے۔ ائمہ مجتہدین کے اختلاف کو نہایت ہی سلجھے ہوئے انداز میں پیش فرماتے، بخاری شریف میں ترجمۃ الباب کے ساتھ حدیث کی مناسبت پر زیادہ زور دیتے۔ اس بعید اور دقیق النظر مناسبت کو سہل انداز میں پیش فرماتے۔ بخاری شریف اور ترمذی شریف کے راویوں کے تعارف پر خوب بحث فرماتے، ان کے بارے میں ائمہ حدیث کے ریمارکس (جرح وتعدیل) واضح فرماتے، البتہ مشکاۃ شریف میں چونکہ حدیث کے ابتدائی طلبا ہوتے تھے، اس لیے بعض مشہور صحابہ کے تعارف پر اکتفا فرماتے اور بالاستیعاب ترجمہ کرتے، الحمدللہ حضرت والا کی بخاری شریف کی تدریس نصف صدی سے زیادہ پر محیط ہے۔ انہوں نے بخاری شریف کے درس کی تقریر کا جو مواد رفقاء شعبہ تصنیف وتالیف کے حوالے کیا، جس پر تحقیق ومراجعت کا کام ہو رہا ہے۔ اب تک کشف الباری کی ۲۲ جلدیں منصۂ شہود پر آچکی ہیں اور مزید کے بارے میں اہل علم شدت سے انتظار کر رہے ہیں، نہ معلوم کہ جب وہ اختتام کو پہنچیں گی تو کتنی جلدیں ہوں گی، وہ تو بحر عمیق ہے۔ حضرات علما کرام اس کی تحقیق ومراجعت پر شاندار کام کرتے ہیں جس کو دیکھ کر چوٹی کے علما کا یہ قول کوئی معمولی نہیں کہ کشف الباری نے ہمیں دیگر شروحات سے مستغنی اور بے نیاز کر دیا۔ یہ حضرت والا کی زندگی کا نچوڑ، خلاصہ اور صدقہ جاریہ ہے۔

حضرت رحمہ اللہ ایک متفق علیہ شخصیت تھے، اسی لیے جب ۱۹۸۰ء میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ بنے تو اس وقت سے متفقہ طور پر ناظم اعلیٰ منتخب کیے گئے اور پھر جب صدارت کی نشست مولانا محمد ادریس میرٹھی رحمہ اللہ (استاذِ حدیث جامعہ العلوم الاسلامیہ علامہ بنوری ٹاؤن) کے انتقال سے خالی ہوئی تو متفقہ طور پر صدر منتخب ہوئے اور ہر پانچ سال کے بعد منتخب ہوتے رہے۔ حضرت والا کے دور میں وفاق المدارس العربیہ پاکستان کو چار چاند لگے، گلی گلی، قریہ قریہ، بستی بستی مدارس کو یکجا کر کے اسے ایک عظیم الشان قوت بنا دی۔ ایک وہ وقت تھا جب اس کے ملحق مدارس کی تعداد سینکڑوں میں ہوتی تھی، لیکن آج الحمد للہ پورے پاکستان میں تقریباً بیس ہزار مدارس کا سب سے بڑا امتحانی بورڈ ہے، کوئی دوسرا وفاق اس کا مقابلہ نہیں کرسکتا، یہ حضرت والا کی محنت کا ثمرہ ہے اور یہ وفاق ہمارے اکابر کی نشانی ہے، جس کو زندہ و تابندہ رکھنے والے یہ مرد قلندر تھے، اس وقت وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ماتحت صرف دورہ حدیث کا امتحان ہوتا تھا، آج الحمد للہ ہر دوسرے درجے کے لیے امتحان کا انعقاد کیا جاتا ہے، جس سے طلبا میں محنت اور کوشش کے آثار نمایاں ہیں۔ غیر وفاقی طلبا میں اتنا جوش اور ولولہ نہیں ہوتا، ان طلباء کے امتحان کی تیاری مدرسے کے امتحان کے لیے واجبی ہوتی تھی، لیکن حضرت والا کی پالیسی کا نتیجہ ہے کہ ہر درجہ کے طلبا میں جوش وخروش نمایاں پایا جاتا ہے، وہ ہر امتحان کے لئے بھرپور تیاری کرتے ہیں اور سرتوڑ محنت کرتے ہیں، حضرت والا کی گرفت دفتری عملہ پر اتنی مضبوط تھی کہ مجال ہے کسی کی کہ وہ بے ضابطگی کرے، یا کوئی کام کرے اور حضرت کو اس سے بے خبر رکھے۔

پیرانہ سالی کے باوجود پورے ملک میں وفاق کے اجتماعات میں بنفس نفیس شریک ہوئے، ان پروگراموں کی صدارت کی، شمالی علاقہ جات میں موسم کی حالت انتہائی ناگفتہ بہ تھی، لیکن سوات، مانسہرہ اور دیگر پروگراموں میں حضرت شریک رہے۔ حضرت والا کی ہمت کو دیکھ کر انسان حیران رہ جاتا ہے، پورے ملک کے مدارس سے مختلف قسم کے خطوط کے جوابات لکھنا اور بعض باریک مسائل کی تحقیق کرنا یہ حضرت والا کی خصوصیت تھی۔

حضرت شیخ رحمہ اللہ عرصہ سینتیس سال سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے ناظم اعلیٰ اور صدارت کے عہدے پر رہے۔ وفاق کا اہم کام، سوالیہ پرچہ جات کی ترتیب، اس کی کمپوزنگ، ان کی تصحیح اور ان کی چھپوائی اپنی نگرانی میں فرماتے اور فرماتے کہ مجھے کہیں اور اطمینان نہیں۔ اس کام کو تکمیل تک پہنچانے کے لیے صرف دو تین باعتماد آپ کے شاگرد ہوتے تھے۔ ان سے کام لیتے۔ یہ حضرت رحمہ اللہ کی کرامت سمجھئے کہ اس طویل عرصہ میں کوئی بے قاعدگی اس حوالہ سے نہیں ہوئی۔ پرچہ جات کی ترسیل کے بعد اگر پتہ چلتا کہ کسی نے کوئی بددیانتی کردی ہے، اس کے لئے تحقیق اور ملوث افراد کو عبرتناک سزا بھی حضرت کی نگرانی میں ہوتی تھی۔

بیس سال مسلسل حضرت کی نگرانی میں یہ کام ہوتا رہا۔ کسی کو بھنک نہیں ہونے دی اور جب ہم ان کو کام کی نوعیت کے بارے میں رپورٹ دیتے تو جی بھر کر دعائیں دیتے۔ میں نے کئی مرتبہ اس بات کا اعتراف کیا کہ اتنی بڑی ذمہ داری ہمارے ناتواں کندھوں پر اور بیس سال مسلسل اور پھر اس میں کامیاب اور سرخرو ہوئے، حضرت کی کرامت ہی کا نتیجہ ہے۔

امتحانی نظم کے مکمل ہو جانے کے بعد پھر جوابی کاپیوں کے جانچنے کا مرحلہ آتا ہے، کئی سالوں سے وفاق المدارس العربیہ پاکستان کی جوابی کاپیوں کو جانچنے کے لیے ایک ہزار علماء کو پاکستان کے مختلف علاقوں سے دعوت دی جاتی ہے، حضرت والا بنفس نفیس ان کی نگرانی کے لیے مرکزی دفتر ملتان میں تشریف فرما ہوتے، چیک شدہ پرچہ جات کو چیک کرتے، معیار میں اگر معمولی کوتاہی دیکھتے تو "ولا یخافون لومة لائم" کے مصداق متعلقہ حضرات کو اسی وقت فارغ کر دیتے تھے اور اس سلسلے میں کسی قسم کی سفارش کارگر اور مفید نہ ہوتی، ویسے تو حضرت بڑے شفیق تھے، ہر معاملے میں شفقت کا معاملہ فرماتے تھے، لیکن حق تلفی کرنے والا کوئی بھی ہوا سے معاف نہیں کرتے تھے۔

نائن الیون کے بعد مدارس پر جو کٹھن حالات آئے، حضرت والا نے ان میں بھی اہم کردار ادا کیا، مختلف الخیال لوگوں کو اکٹھا کر کے ایک پلیٹ فارم دیا اور حکومت پر واضح کر دیا کہ ہم مدارس کی عزت و وقار پر کسی قسم کی آنچ نہیں آنے دیں گے۔ مدارس کی بقا کے لیے شیعہ، بریلوی، جماعت اسلامی، اہل حدیث تمام بورڈوں کا ایک پلیٹ فارم بنایا۔ سب نے متفقہ طور پر آپ کو اس کا صدر منتخب کیا۔ ان میں بعض کا یہ جملہ ابھی تک میرے کانوں میں گونج رہا ہے کہ "عالیجاہ کی موجودگی میں کسی اور کو ہم یہ منصب کیسے حوالہ کر سکتے ہیں"۔ حکومت کو اس اتحاد کے سامنے گھٹنے ٹیکنے پڑے اور جو مذموم عزائم وہ مدارس کے بارے میں رکھتے تھے، اس میں ان کو ناکامی ہوئی، اگر اتحاد تنظیمات مدارس نہ ہوتا تو شاید حکومت ان مدارس کو بند کرنے، ان کے خلاف کاروائی کرنے اور ان کے لیے مشکلات پیدا کرنے میں کامیاب ہو جاتی، یہ سہرا بھی حضرت والا کے سر ہے جو اتحاد تنظیمات مدارس کے صدر رہے، مدارس کے لیے اب بھی حالات کچھ زیادہ ٹھیک نہیں، اس لیے کہ غیروں کا ایجنڈا ہے کہ دہشت گردی کو دینی مدارس سے جوڑا جائے، لیکن یہ اتحاد ان کو پسپا کر دے گا اور ان کو ان شاء اللہ منہ کی کھانی پڑے گی۔

حضرت والا کی نظر ملکی حالات اور مدارس کے حالات پر جمی رہتی تھی، جہاں کسی کو کوئی مشکل ہو حضرت والا ان کے ساتھ بھرپور تعاون کرتے تھے، چنانچہ لال مسجد کے واقعے میں حضرت والا نے ملک کے جید علما کرام کے ساتھ اپنے جیب سے لاکھوں روپے خرچ کر کے ایک درجن سے زائد مرتبہ اسلام آباد کا سفر کیا اور لال مسجد کے ذمہ داران سے بات چیت کی، حکومتی ارکان سے مذاکرات کیے اور وہ مذاکرات بالکل کامیابی سے ہمکنار ہونے والے

ہی تھے، لیکن حکومتی رٹ کو چیلنج کرنے کا بہانہ بنا کر لال مسجد کے بے گناہ اور معصوم بچوں، بچیوں اور ذمہ داران کو آگ میں دھکیلا گیا، حضرت نے جتنی کوشش کی وہ کسی پر مخفی نہیں، لیکن جنہوں نے فیصلہ کر دیا تھا کہ ہر حال میں ان کو ختم کرنا ہے وہ اپنا کردار ادا کر گئے۔

حضرت والا اتفاق واتحاد کے مظہر تھے، اور ان کی پوری زندگی یہ کوشش رہی کہ معمولی معمولی جھگڑوں میں اہل حق کو اپنی توانائیاں ضائع نہیں کرنی چاہییں، علماء حق ایک پلیٹ فارم پر رہیں اور چھوٹے چھوٹے اختلافات کو ہوا نہ دیں، جس سے آپس میں بعد پیدا ہو، چنانچہ بلوچستان میں جمعیت علماء اسلام کے دونوں دھڑوں کے انضمام میں حضرت کی کاوشیں نمایاں نظر آتی ہیں، ان کی وجہ سے پوری قوم مجتمع تھی، اتفاق واتحاد کی علامت تھے، یہی وجہ ہے کہ وفاق المدارس العربیہ پاکستان کے انتخابات جو پانچ سال کے لیے ہوتے ہیں، آخری انتخابات میں حضرت والا کو تاحیات صدر رہنے کا اعزاز بخشا گیا، حضرت نے پوری زندگی دین متین کی خدمت کی، اللہ تعالیٰ ان کی اس کاوش کو اپنے دربار میں قبول فرمائے اور ہمیں بھی ان کے راستے پر چلنے کی توفیق عطا فرمائے۔ ویرحم اللہ عبدا قال آمینا.

حضرت والا کی طبیعت پر شفقت غالب تھی، قابل اصلاح معاملہ ہوتا اور توقع ہوتی کہ طالب علم سے غلطی ہوئی ہے، آئندہ اس کے لئے سدھرنے کی امید ہے تو مجھے نرم ہاتھ رکھنے کی تلقین فرماتے، اس قسم کے فیصلوں سے کئی طلبا کی زندگیوں میں انقلاب آیا، اس لیے متنبی کہتا ہے کہ "فإنَّ الرفق بالجاني عتاب" اور اگر حضرت سمجھتے کہ ان تلوں میں تیل نہیں ہے اور خیر کی توقع نہیں تو اس کے بارے میں سخت فیصلہ فرماتے جو کہ بعض اوقات اخراج کا بھی ہوتا تھا، میرے ذہن میں ہے کہ ایک طالب علم نے چوری کی اور پھر چوری کا اقرار بھی کر لیا۔ حضرت کے حکم پر ایک رکشہ منگوایا گیا، اس طالب علم کو اور اس کے سامان کو اس میں رکھا گیا، حضرت نے صرف بیس روپے رکشہ والے کو دیئے اور فرمایا کہ جہاں آپ کے بیس روپے پورے ہو جائیں ان کو وہیں اتار دیں۔ اسی طرح قدیم طالب علم نے گزشتہ سال جتنے جرائم کیے ہوتے، ان سے تعاہد لے کر داخلہ دیتے، اگر کوئی خلاف ورزی کرتا تو سال کے دوران اخراج کا حکم صادر کرنے میں تامل نہ فرماتے۔

میرے مربی سے میری آخری ملاقات

آتی ہی رہے گی تیرے انفاس کی خوشبو
گلشن تیری یادوں کا مہکتا ہی رہے گا

حضرت شیخ الحدیث رحمہ اللہ نے ۱۱ جنوری ۲۰۱۷ء کو بخاری شریف کا آخری درس دیا۔ عبارت طالب علم ذرا تیز تیز پڑھ رہا تھا تو حضرت شیخ رحمہ اللہ نے اسے روک دیا اور فرمایا کہ اس طرح تیز تیز عبارت پڑھنے سے دکھ ہوتا ہے، آخر جلدی کیا ہے، پورے اطمینان اور تسلی سے پڑھیں۔ ۱۲ جنوری ۲۰۱۷ء جمعرات کے دن معلوم ہوا کہ

حضرت شیخ المشائخ حضرت مولانا سلیم اللہ خان صاحب نور اللہ مرقدہ کو ہسپتال لے جایا گیا ہے، ہم سمجھے کہ گزشتہ ہفتہ بھی ان کو ہسپتال لے جایا گیا تھا اور ان کے جملہ ٹیسٹ صاف تھے۔۲۴ گھنٹے کے بعد ان کو گھر لایا گیا، اسلئے اس دفعہ لے جانے کو ہم نے زیادہ خطرناک نہیں سمجھا، لیکن کسے معلوم تھا کہ آپ کا اس دن کا جانا آخری جانا ہوگا! وہ ہمیں ہمیشہ کے لیے داغ مفارقت دے جائیں گے۔ اتوار کے دن ۱۵ جنوری ۲۰۱۷ء کو میں نے جامعہ فاروقیہ کے ناظم تعلیمات مولانا خلیل احمد صاحب اور مفتی محمد واحد صاحب کی معیت میں بیمار پرسی کا پروگرام بنایا۔ وہاں پہنچنے پر بڑی تعداد علما وصلحا سے ملاقات ہوئی، جو اسی غرض سے وہاں تشریف لائے تھے۔ ہم سے پہلے ناظم تعلیمات کو لے جایا گیا اور انہوں نے ملاقات کی اور واپس آئے، اس کے بعد مولانا نعمان صاحب استاذ جامعہ فاروقیہ مجھے اور مولانا اسد اللہ صاحب سابق استاذ جامعہ فاروقیہ و مہتمم دار العلوم گلشن، و منتظم جامعہ عمر گڈاپ ٹاؤن کو لے گئے۔ حضرت رحمہ اللہ سے ملاقات ہوئی۔ انہوں نے ہم سے مصافحہ کیا، تھوڑی دیر کے بعد اشارے سے فرما کر ہمیں رخصت کیا۔ کسے معلوم تھا کہ یہ آخری ملاقات ہوگی۔ ہسپتال میں ملاقاتیوں کا جم غفیر تھا جو سب ملاقات کے لیے تڑپ رہے تھے۔ اللہ بھلا کرے مفتی نعمان صاحب کا جنہوں نے یہ کہہ کر کہ اس کے بعد ڈائیلاسز شروع ہو جائے گا اور ملاقات ممکن نہیں ہوگی، ہمیں لے گئے اور اس کے بعد ڈاکٹروں نے ڈائیلاسز کی وجہ سے ملاقات پر پابندی لگادی۔ ہم باہر آگئے، جم غفیر کو دیکھ کر دل واپس آنے کو نہیں کر رہا تھا، لیکن سب نے یہ تاکید کی دعا کریں اور جائیں، واپس تو ہو گئے، لیکن ہمارا دل ہسپتال سے نکلنے کو نہیں چاہ رہا تھا۔ بہر حال ہسپتال میں موجود حضرات میں سے حضرت مولانا مفتی عبد الرحیم صاحب استاذ جامعہ فاروقیہ کراچی سے میں رابطہ میں تھا۔ لحہ بہ لحہ کی خبر سے وہ مجھے آگاہ کرتے۔ (اللہ ان کا بھلا کرے)۔ اس میں ڈاکٹر محمد عادل خان صاحب کا تشریف لانا، ملاقات کرنا اور دیگر کئی مشہور شخصیات کی تشریف آوری شامل تھی۔ نو بج کر بیس منٹ پر مفتی عبد الرحیم صاحب نے مجھے اس جانکاہ خبر کی اطلاع دی۔ میرے اوسان خطا ہو گئے اور مجھے بالکل یقین نہیں آرہا تھا۔

لو كانت الدنيا تدوم لواحد	لكان رسول الله فيها مخلدا
ألا إنما كانت وفاة محمد	دليلا على أن ليس لله غالب

حضرت لاکھوں شاگردوں اور عقیدت مندوں کو سوگوار چھوڑ گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ کا خلا پر نہیں ہو سکے گا۔

حضرت نور اللہ مرقدہ ۱۵ جنوری ۲۰۱۷ بمطابق ۱۶ ربیع الثانی ۱۴۳۸ھ پیر کی شب رات نو بج کر بیس منٹ پر انتقال فرما گئے۔ انا للہ وانا الیہ راجعون۔ پیر کا دن شروع ہو چکا تھا اور پیر کے دن ہی میں حضرت کی تدفین ہوئی۔

رحمہ اللہ رحمۃ واسعۃ۔

گزشتہ تعلیمی سال ہمارے لیے عام الحزن تھا۔ حضرت رحمہ اللہ کے دنیا سے رخصت ہونے کو سال گزر گیا، لیکن ان کی جدائی کا غم، دکھ اور درد آج بھی روز اول کی طرح بالکل تازہ ہے۔

اے رونق ہائے محفل ما　　　　رفتید و لے نہ از دل ما

ان کی شفقت بھری یادیں تو بھولنے کا نام نہیں لیتیں۔ جامعہ فاروقیہ کے پچھلے تعلیمی سال کے اختتام اور نئے تعلیمی سال کی ابتدا میں ان کی کمی کو جس طرح محسوس کیا گیا، وہ قابل بیان نہیں۔ وہ ہر طالب علم کے ساتھ شفقت کا معاملہ فرماتے۔ طالب علم جب اپنے کسی کام کے سلسلے میں دفتر سے مایوس ہو جاتا تو حضرت شیخ رحمہ اللہ سے ملاقات کی کوشش کرتا اور اپنے مقصد میں آسانی سے کامیاب ہو جاتا۔ اس سال جب ایک طالب علم کے داخلے میں کوئی انتظامی رکاوٹ تھی تو وہ میرے پاس آیا اور حضرت شیخ رحمہ اللہ کی شفقتوں کو یاد کیا کہ کاش آج ہمارے سروں پر ان کا سایہ ہوتا تو ہم کبھی محروم نہ ہوتے۔

بچھڑا کچھ اس ادا سے کہ رت ہی بدل گئی
اک شخص سارے جہاں کو ویراں کر گیا

حضرت رحمہ اللہ کی وجہ سے ہم سب یتیم ہو گئے، ہر طرف ویرانگی ہی ویرانگی پھیل گئی۔ جامعہ فاروقیہ تو افسردہ اور غمگین ہو ہی گیا، لیکن حضرت رحمہ اللہ تو صرف جامعہ فاروقیہ کا نہیں سوچتے تھے، بلکہ ان کی فکر عالمگیر تھی، اس لیے دیگر جامعات بھی حضرت رحمہ اللہ کی رحلت کی وجہ سے یتیم ہو گئے، جن کی دعاؤں اور توجہات اور تعاون سے وہ باغ و بہار نظر آ رہے تھے۔

اک جنازہ جا رہا ہے دوش عظمت پہ سوار　　　　پھول برساتی ہے اس پر رحمت پروردگار
نوحہ خواں ہیں مدرسے اور خانقاہیں سوگوار　　　　آفتاب علم و تقوی چھپ گیا زیر مزار

میں کبھی کبھی حضرت کے مزار پہ حاضر ہوتا ہوں اور سوچتا ہوں کہ دنیا کیسی فانی ہے، کتنے بڑے بڑے علم و ہنر کے ماہرین زمین کے نیچے چلے گئے۔

ألا یا ساکن القصر المعلی　　　　ستدفن عن قریب في التراب
لنا ملك ینادي کل یوم　　　　لدوا للموت وابنوا للخراب

وصلی اللہ علی خیر خلقه محمد وعلی آله وصحبه أجمعین.